مرثیہ علم اور علماء

(مرثیے میں علماء وفقہاء عراق وایران وخاندان اجتہاد ہندوستان کے اذکار جمیلہ نظم کئے گئے ہیں)

شاعر آل محمد سید قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی

۱

جب آفتابِ تخیل طلوع ہوتا ہے　　سفر خیال وہُنر کا شروع ہوتا ہے
قلم بھی محوِ سُجود ورکوع ہوتا ہے　　یونہی نہیں، بخضوع وخشوع ہوتا ہے
صریرِ کلک دُعا بن کے جو ابھرتی ہے
تو شہرِ فکر میں اک روشنی اترتی ہے

۲

اثر میں ڈھل کے دعائیں قبول ہوتی ہیں　　دل و نظر کی مرادیں حصول ہوتی ہیں
ورق پہ لکھتے ہی لفظیں جو پھول ہوتی ہیں　　دعاؤں کی یہ رسیدیں وصول ہوتی ہیں
اب اس کے بعد قلم جب زبان کھولتا ہے
چہک چہک کے یہ بلبل چمن میں بولتا ہے

۳

مگر نظر میں ہو جب علم کی کوئی منزل　　تو آن پڑتی ہے اس راہ میں بڑی مشکل
لرزنے لگتا ہے سینہ میں خود بخود مِرا دل　　یہ سوچتا ہوں، بھلا میں کہاں ہوں اس قابل
یہ بات عام روش کے خلاف کرتا ہوں
میں اپنے جہل کا خود اعتراف کرتا ہوں

۴

مگر یہی تو روایت ہے اب زمانے کی　　جو خود ہیں بھٹکے ہوئے بن گئے ہیں وہ ہادی
ہر ایک جاہلِ مطلق ہے وقت کا طوسیؒ　　بغیر علم کا عالم ہے، مفت کا مفتی
خدائے پاک! یہ کیسا عجب زمانہ ہے
زبانِ جہل ہے اور علم کا فسانہ ہے

۵

پھر آج ہوں سرِ منبر میں گو بفضلِ خدا　مگر ہے پھر وہی منزل اور امتحان مِرا
کہ آج ہے مِرا موضوع ''علم اور علماء''　پھر آج بارِ الٰہا یہی ہے تجھ سے دعا
یہ میرے جہل کا کشکول علم سے بھر دے
مجھے سلیقۂ عرضِ ہنر عطا کر دے

۶

فقیر کی ہے دعا تجھ سے ہر نفس یارب!　شکستہ کر دے مِرے جہل کا قفس یا رب!
ہو دل میں علم کی دولت کی وہ ہوس یارب　کبھی نہ ''بس'' کی صدا آئے لب پہ بس یارب
ترے کرم سے میں اتنا امیر ہو جاؤں
کہ شہرِ علم کے در کا فقیر ہو جاؤں

۷

وہ شہر جس کے خدو خال کا سنگار ہے علم　وہ باغ جس کی مہکتی ہوئی بہار ہے علم
وہ جس کے در کے فقیروں کا اعتبار ہے علم　وہ جس کے قنبر وفضہ کا بھی وقار ہے علم
بشر کو ایسی بلندی وہاں سے ملتی ہے
یہ وہ زمین ہے جو آسماں سے ملتی ہے

۸

یہاں یہ جہل، وہاں بے حد و حساب ہے علم　جو اس افق کی ہے زینت وہ آفتاب ہے علم
ملے وہاں سے تو اک ساغرِ شراب ہے علم　وہیں کا ایک مہکتا ہوا گلاب ہے علم
ہو ایک حرفِ سَلُونی تو بے حساب ہے یہ
عطائے دستِ سخائے ابوترابؑ ہے یہ

۹

قبا بشر کی ہے تقویٰ، تو اس کا تاج ہے علم　ملک کی بزم میں انسانیت کی لاج ہے علم
مریض جہل کا بس ایک ہی علاج ہے علم　خدا پسند، نبیؐ خو، علیؑ مزاج ہے علم
مگر یہ شرط ہے، وہبی کہ اکتسابی ہو
نجف کی خاک سے چمکا ہو، بوترابیؑ ہو

۱۰

جہانِ ظلم میں انسانیت کی آس ہے علم　　بشر کی عظمت و توقیر کی اساس ہے علم
قبائے فکر و ہنر، عقل کا لباس ہے علم　　ہے ناشناسِ خدا جہل، حق شناس ہے علم
کبھی یہ دامنِ گل ہے کبھی گلاب ہے یہ
کبھی کتاب، کبھی صاحب کتاب ہے یہ

۱۱

جو نور دیتا ہے عقلوں کو وہ چراغ ہے علم　　جلائے ذہن ہے، تابانیٔ دماغ ہے علم
ہے جس میں بادۂ تحقیق، وہ ایاغ ہے علم　　سجا ہے وحی کے پھولوں سے جو، وہ باغ ہے علم
خطیب بزم ''سلونی'' کے سر کا تاج بھی ہے
نبیؐ کی طبع بھی، قرآن کا مزاج بھی ہے

۱۲

ہے آفتاب جو علم، اس کا نور ہیں علماء　　ضیائے علم کا حُسنِ ظہور ہیں علماء
جو علم بادۂ حق ہے، سُرور ہیں علماء　　ہے علم غیرتِ انساں، غیور ہیں علماء
یہ عالموں ہی کے خونِ جگر سے پلتا ہے
جبھی تو پیکرِ انساں میں علم ڈھلتا ہے

۱۳

جہاں میں قابل صد احترام ہیں علماء　　بلند رتبہ و عالی مقام ہیں علماء
خدا کا خلق پہ لطفِ دوام ہیں علماء　　افق پہ علم کے ماہِ تمام ہیں علماء
وہ جن کے نور کے آگے قمر بھی ماند لگے
انھیں سے علم کی دنیا کو چار چاند لگے

۱۴

ہے علم عطر، معطر گلاب ہیں علماء　　ہے علم بارشِ رحمت، سحاب ہیں علماء
رہیں جہاں میں تو عالی جناب ہیں علماء　　اٹھیں یہاں سے تو جنت مآب ہیں علماء
ہمیں نجات کا رستہ وہی دکھاتے ہیں
انھیں کے نقشِ قدم تا بہ خلد جاتے ہیں

۱۵

مگر چمن میں فقط گل نہیں ہیں خار بھی ہیں ہیں باغبان، تو کچھ دشمنِ بہار بھی ہیں
صنم پرست، بظاہر صنم شکار بھی ہیں اسیرِ گیسوئے لیلائے زر نگار بھی ہیں
جو نام کے علماء مال و زر پہ مرتے ہیں
وہ ہیں نہیں، علماء کا سوانگ بھرتے ہیں

۱۶

بہت سے گزرے ہیں عالم کے بھیس میں جاہل بہت سے دیکھے ہیں منصف کی شکل میں قاتل
کہیں پہ موجۂ طوفاں بھی صورتِ ساحل کہیں لٹیرے ہوئے رہنماؤں میں شامل
وہ جن کے قول وعمل، رات اور تھے، دن اور
تھی ان کی ظاہری صورت کچھ اور، باطن اور

۱۷

ہیں ثبت آج بھی تاریخ کے ورق پہ وہ نام جو عالموں کے لبادے میں نفس کے تھے غلام
ملوکیت نے کھلایا جو ان کو مالِ حرام تو بس شریعت و دیں سب کو دور ہی سے سلام
شہنشہی سے جو رشتہ کو استوار کیا
فقیہِ شہر نے فتوؤں کا کاروبار کیا

۱۸

علیؑ کی آلؑ کے دشمن ملوکیت زادے تھے نقشِ پائے سلاطیں ہی جن کے سجادے
ہوس، نگاہ میں، قدموں میں حرص کے جادے نحیف شانوں پہ فتووں کی گٹھریاں لادے
کبھی وہ خود کو دکانیں سجا کے بیچتے تھے
کبھی وہ دین کو پھیری لگا کے بیچتے تھے

۱۹

حریصِ دولتِ دنیا، مریضِ حرص و ہوس حصولِ زر کے لئے وقف ایک ایک نفس
ملوکیت کی غلامی میں ان کو پیش نہ پس کھلی فضاؤں سے بہتر انہیں جڑاؤ قفس
ملے جو شمر سے ''زر'' اس کو بے قصور کہیں
یزیدِ وقت پکارے تو ''جی حضور'' کہیں

۲۰

پسند تھی جو سلاطینِ وقت کی خاطر	کہاں کا کلمۂ حق پیشِ حاکمِ جابر
اشارہ کرتے جو شاہانِ فاسق و فاجر	حدیثیں گڑھتے تھے وضعِ حدیث کے ماہر
جو حاکموں کی ہو خواہش، کمال کرتے تھے
بہن کو، بیٹی کو، سب کو حلال کرتے تھے

۲۱

ہیں کتنے وہ جو تھے کرسی نشین درباری	تھا کام جن کا فقط تاج سے وفاداری
لگی تھی دل کو جو کبرو حسد کی بیماری	تھیں قد بڑھانے پہ صَرف ان کی قوتیں ساری
امامِ ا؎ وقت کو اپنے سے کم بتاتے تھے
یہ اور بات کہ ہر بار منہ کی کھاتے تھے

۲۲

ابوالکلام ۲؎ کے اس قول میں ہے صدق کی ضَو	کہ جن کے خون میں دُنیا پرستیوں کی ہے رَو
سگانِ دہر ہیں، عالم نہیں ہیں وہ کج رَو	ذرا جو پھینکیۓ ہڈی تو دیکھیۓ ''عَو عَو''
جو عاجزی سے سرِ خاک سر کو دَھرتے ہیں
وہ ہڈی ملتے ہی پنجوں کو تیز کرتے ہیں

۲۳

یزیدِ نحس نے قتلِ حسینؑ کو پوچھا	کہا ۳؎ یہ ہو نہیں سکتا کبھی قسم بخدا
جو مالِ مفت سے مفتی کا بھر دیا کیسا	تو جھٹ سے دے دیا قتلِ حسین کا فتویٰ
تھے عالم ایسے کہ جانِ علیؑ کو قتل کیا
قلم کی دھار سے سبطِ نبیؐ کو قتل کیا

۲۴

ہے جو بھی عالم سُو، اس میں ہے یہ خصلت بھی	جو حق پہ ہیں علماء ان سے ہے عداوت بھی
خود اس کا علم جہالت بھی جاہلیت بھی	شرافت اس میں جو ڈھونڈو تو شر بھی آفت بھی
ہے سب سے رنج کی یہ بات سارے قصّے میں
حسد ہے سب سے سِوا عالموں کے حصے میں

۲۵

حسد ہی علم کی منزل میں ہے فساد کی جڑ　ہے عالمانِ حقیقی سے یہ عناد کی جڑ
یہ کاٹ دیتا ہے انصاف و عدل و داد کی جڑ　اکھاڑ پھینکتا ہے لطف واتحاد کی جڑ
جلن حسد کی یہ انسان کو جلاتی ہے
کہ آگ سوکھی ہوئی لکڑیوں کو کھاتی ہے

۲۶

حسد نے علم کو یوں کر دیا ہے زار و زبوں　ہر ایک جاہلِ مطلق بنا ہے افلاطوں
ہے چیونٹی کو بھی دعویٰ کہ میں سلیماں ہوں　زمیں کے ابجروں کو دیو قامتی کا جنوں
گزون سے ناپتے ہیں اپنا قد جو بَونے ہیں
حسد کے ہاتھ میں مٹی کے یہ کھلونے ہیں

۲۷

یہی ہیں دین کو دنیا میں ڈھالنے والے　حرام مال سے نفس اپنا پالنے والے
حسد کی آنچ پہ خود کو اُبالنے والے　ہر اہلِ علم پہ کیچڑ اچھالنے والے
یہ کیوں کہوں، نہیں ہوتے، حضور ہوتے ہیں
ہر ایک دَور میں ایسے ضرورور ہوتے ہیں

۲۸

وہ وقت جب نگہہِ پیش بینِ پیغمبرؐ　بصَد ملال و الم دیکھتی تھی یہ منظر
لباسِ علم میں ملبوس ہو کے کچھ بندر　سمجھ کے کھیل اسے کودتے ہیں منبر پر
یہ پیش گوئی جو پیغمبری بصیرت ہے
ہمارے واسطے تاریخ کی حقیقت ہے

۲۹

یہ وارثانِ ابوجہل، علم کے دشمن　فساد پیشہ، ستمگر، حریص، اہلِ فتن
ہوئے تھے مَست جوسکوں کی سُن کے یہ کھن کھن　نثار کرتے تھے لیلائے زر پہ سب تن من
حدیں وہ دین فروشی کی ختم کرتے تھے
علیؑ پہ منبروں سے سبّ وشتم کرتے تھے

۳۰

علیؑ پہ ہو کہ علی نقی پہ ہو یہ ستم　　خلافِ مرضی مولا ہے، یاد رکھیں یہ ہم
عدو ۴؎ یہ شتم جو صفین میں ہوا کوئی دم　　گوارا کر نہ سکے آپ اسے، خدا کی قسم
علیؑ کی راہ سے ہٹتے ہیں، بدنصیب ہیں لوگ
خدا کے قہر سے ڈرتے نہیں، عجیب ہیں لوگ

۳۱

علیؑ کے ساتھ جنھوں نے کیا یہ ظلم و ستم　　خدا نہ بخشے گا ہرگز انہیں، خدا کی قسم
روا رکھے جو یہ ظلم اہلِ علم پر کوئی دم　　سوائے اس کے بھلا اس کو کیا کہیں اَب ہم
جو نائبانِ امامؑ زماں پہ شتم کرے
ہدایت اس کو خدا دے کہ ظلم ختم کرے

۳۲

زمانہ جہل سے خالی نہ علم سے خالی　　ہیں ساتھ ساتھ زمانے میں پست اور عالی
جو اس چمن کی بہت سوں نے کی ہے پامالی　　تو ہیں بہت چمنِ علم و عدل کے مَالی
ملوکیت کے بہت سے اگر غلام ہوئے
تو وہ بھی کم نہیں جو نائب امامؑ ہوئے

۳۳

وہ وہ ہیں جن سے ہے قائم وقارِ علم وعمل　　وہ جن کا علم و عمل ہے عیارِ علم وعمل
وہ باغِ علم و عمل میں بہارِ علم وعمل　　ہے جن کے نور سے روشن دیارِ علم وعمل
زمانہ ان پہ کوئی حرف لا نہیں سکتا
عدو بھی نام کو دھبّہ لگا نہیں سکتا

۳۴

وہ سیکڑوں ہیں ہوئے ہیں جو افقہ و اعلم　　رہے محیط جو صدیوں پہ مثل ابرِ کرم
سبھی کے نام گنائے، کہاں کسی میں یہ دم　　ہیں چند نام مثالاً یہاں سپردِ قلم
وہ صرف وہ ہیں جو کہنے کو تھے ابھی کل تک
تھے تیرھویں صدی ہجری کے رُبعِ اول تک

۳۵

اک ان میں شیخ کلینیؒ، ۵۔ مصنفِ ''کافی'' تو ایک شیخ صدوق، ۶۔ آبروئے علم نبیؐ
مفیدؒ ۷۔ وہ کہ جو استاد مرتضیٰؒ ۸۔ و رضیؒ ۹۔ پھر ایک ''کنز فوائد'' محمدؒ ۱۰۔ ابنِ علی
وہ شیخ طائفہ طوسی، ۱۱۔ بہارِ علم و عمل
وہ آملیؒ ۱۲۔ کہ جو تھے اعتبارِ علم و عمل

۳۶

وہ بوعلیؒ ۱۳۔ کہ جو اک ''مجمع البیان'' ہوئے ابوالمکارم ۱۴۔ حمزہؒ، حلب کی جان ہوئے
انہیں میں اک بن ادریسؒ ۱۵۔ حق نشان ہوئے پھر ان کے بعد ابوالفضلؒ ۱۶۔ قم کی شان ہوئے
انہیں میں وہ بنِ طاؤسؒ ۱۷۔ جانِ علم و عمل
کرامتوں سے بڑھی جن کی شانِ علم و عمل

۳۷

پھر اک محققِ طوسیؒ ۱۸۔، کلام میں جو کلیم تھے جن کے بعد وہ جعفرؒ ۱۹۔ بن حسن سے زعیم
''شرائع'' ۲۰۔ جن کی ہوئی فقہ کی کتب میں عظیم انہیں کے بعد وہ حلّی ۲۱۔ جو واجبُ التکریم
پھر ان کے بعد دل و جانِ علم کاشانیؒ ۲۲۔
بہ فیض نام علیؑ، شانِ علم کاشانی

۳۸

محمد ابنِ حسنؒ ۲۳۔ اک محقق عالی تھے ایک اور جو تھے ابنِ قاسم ۲۴۔ نجفیؒ
شہیدِ ۲۵۔ اولِ محروق ان کے بعد وہی کہ جن سے فقہ نے ''لمعہ'' ۲۶۔ کی روشنی پائی
شہیدِ ۲۷۔ ثانیؒ حق پہ ستم مزید ہوئے
انھوں نے شرح لکھی اس کی اور شہید ہوئے

۳۹

تھے ان سے پہلے علی حائریؒ ۲۸۔ وہ شیخ اجل تھے جن کے وقت میں بس ایک دو ہی ان کا بدل
کہ جیسے ایک تھے مقدادِؒ ۲۹۔ فاضل و افضل وہ ایک ''کنز ۳۰۔ تھا عرفاں'' کا جن کے زیرِ عمل
پھر اک محقق حق جو علیؒ ۳۱۔ کرکیؒ تھے
پھر احمد ۳۲۔ ابن محمدؒ جو اردبیلی تھے

۴۰

وہ ایک ابنِ ۳۳؎ محمدؒ جو شارح ''کافی'' ۳۴؎ پھر ایک شیخ بہائیؒ ۳۵؎ نظیر جن کی نہ تھی
تھے دو وہ مجلسیِ مجلس علومِ نبیؐ پسر کا نام تھا باقرؒ ۳۶؎ پدر کا نام تقیؒ ۳۷؎
دلوں میں ان کی ''حیات القلوب'' ۳۸؎ کا گھر ہے
''بحار'' ۳۹؎ ہے کہ اک انوار کا سمندر ہے

۴۱

محمد ۴۰؎ ابن حسنؒ وہ جو فاضلِ ہندی جمالِ دینِ محمد جناب خونساریؒ ۴۱؎
بہائے گوہر تحقیق بہبہانیؒ ۴۲؎ بھی وہ جعفرؒ ۴۳؎ ابن خضر، اہلِ کشف ۴۴؎ سی ہستی
یہ مہرو ماہ تھے وہ علم جن کا ہالا تھا
انہیں کے نور سے چاروں طرف اجالا تھا

۴۲

نجف میں مشہد و قم کی فضا میں آٹھ پہر اس آسماں پہ چمکتے تھے کتنے شمس و قمر
مگر نہ تھا کوئی ہندوستاں میں علم کا در جہاں سے نور ہدایت کا پاتے اہل نظر
دیارِ ہند کو تاریکیوں نے گھیرا تھا
یہاں ہر ایک طرف جہل کا اندھیرا تھا

۴۳

تھے اس دیار میں کہنے کو پیروانِ علیؑ تھے اجتہاد ۴۵؎ سے ناواقف اہل علم سبھی
کوئی فقیہہ تھا ایسا نہ مجتہد کوئی بتاتا ان کو جو احکام فقہی و شرعی
بس اتنا تھا کہ نبیؐ و علیؑ کو مانتے تھے
عوام دین کے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے

۴۴

تھے اپنی قوم میں رائج طرح طرح کے رسوم تھی شیخ سدوو احمد ۴۶؎ کبیر کی اک دھوم
نمازِ جمعہ سے بیگانہ، فقہ سے محروم نہ رازدانِ شریعت نہ آشنائے علوم
تھے غرق کچھ تو ادھر صوفیت کے ساغر میں
پھنسے تھے کچھ اِدھر اخباریت کے چکّر میں

۴۵

یکا یک آگیا قدرت کو رحم ملّت پر　　کرن امید کی تاریکیوں میں آئی نظر
اُس آفتاب کو لے کر ہوئی طلوع سحر　　ہے جس کی روشنی برّصغیر میں گھر گھر
جسے سب اہل نظر آفتاب کہتے ہیں
اُس آفتاب کو غفرانمآبؒ ۴۷؎ کہتے ہیں

۴۶

یہ آفتاب جو اک شمع سا ہوا روشن　　یہ ایک پھول جو مہکا مثالِ مشکِ ختن
حصولِ علم کی دل کو لگی ہوئی تھی لگن　　گیا نجف کو جو یہ پھول، یہ چراغِ وطن
ہوائے باغِ ''سلونی'' ملی گلاب ہوا
نجف کی خاک سے چمکا تو آفتاب ہوا

۴۷

فقیہہ و مجتہد و عالم و مجدّدِ دیں　　وہ رہرو رہِ حق رہنمائے راہِ یقیں
وہ اِک فقیر کہ زیرِ قدم تھے تاج و نگیں　　وہ ایک شخص کہ جس کا کوئی جواب نہیں
وہ ایک پھول کہ اس جیسا کوئی باغ نہ تھا
وہ ایک چاند کہ جس میں کہیں بھی داغ نہ تھا

۴۸

دیارِ ہند میں وہ مجتہد ہوا پہلا　　کہ اس سے پہلے کوئی اور مجتہد نہ ہوا
بڑا شرف ہے یہ اس کے لئے قسم بخدا　　کسی کو جو نہ ملے گا کسی کو جو نہ ملا
زمین کا یہ شرف ہے نہ آسمان کا ہے
کہ ''اجتہاد'' ۴۸؎ تو جزو اس کے خاندان کا ہے

۴۹

نصیرآباد ۴۹؎ سے جب یہ نصیرِ دیں اٹھا　　حصولِ علم کو پہنچا دیارِ کرب ۵۰؎ و بلا
وہاں سے چل کے درِ شہرِ علم تک ۵۱؎ پہنچا　　پھر اس کے بعد تھا یہ، اور درِ امامِ ۵۲؎ رضا
وہاں سے علم کا اک سیلِ رنگ و بو لایا
یہ آفتاب جو پلٹا تو لکھنؤ آیا

۵۰

انہیں کے دم سے تو آئی وہ لکھنؤ میں بہار　　ہے جس سے چہرۂ ملت پہ آج تک یہ نکھار
ہوئی اِس ابرِ کرم سے وہ علم کی بوچھار　　کہ فیضیاب ہوا جس سے ہر جوار و دیار
یہاں یہ مشک جو مہکا تو بو ختن پہنچی
کھِلا یہ پھول تو خوشبو چمن چمن پہنچی

۵۱

وہ اِن کا سلسلۂ درسِ علمِ آلِ نبیؐ　　علومِ دیں کی کوئی راہ جس میں بند نہ تھی
زبانِ حال سے شاگرد کہہ رہے تھے سبھی　　کہ مدرسہ نہ تھی اک جامعہ تھی ذات ان کی
علوم موجزن اتنے کچھ ان کے اندر تھے
وہ جیسے عِلم کا دریا نہ تھے، سمندر تھے

۵۲

تھے ان کے سیکڑوں شاگرد جیسے یادِعلی ۵۳؎　　خلیل ۵۴؎ وکاظم ۵۵؎ وعبدالعلیؒ ۵۶؎ دیوکھٹوی
علی شریف ۵۷؎ وعلی نقیؒ ۵۸؎ قزوینی　　جواد ۵۹؎ وزین ۶۰؎ ومحمد قلیؒ ۶۱؎ کنتوری
وہ سیکڑوں ہیں کہا تک گناؤں نام ان کے
ہیں ثبت مصحفِ علم وعمل میں کام ان کے

۵۳

تھے اِن کے جتنے بھی شاگرد باکمال ہوئے　　جو کچھ تھے ماہرِ علمِ ۶۲؎ کلام مثل ان کے
تو کچھ ریاضی ۶۳؎ وہیئت میں منفرد نکلے　　کوئی مناظرہ ۶۴؎ کے فن میں بڑھ گیا سب سے
کسی نے مسندِ علمِ حدیث پائی تھی
کسی کی عالمِ تفسیر ۶۵؎ میں خدائی تھی

۵۴

علاوہ تربیت و درس علمی و دینی　　بڑی عظیم کتب ہیں لکھی ہوئی ان کی
عماد ۶۶؎ ہے کہ مرآۃ عقول ۶۷؎ کا کوئی　　عجب کتاب یہ علم کلام میں لکھ دی
جہانِ علم میں بے مثل و لاجواب ہے یہ
بڑی عظیم بڑی بے بہا کتاب ہے یہ

۵۵

تمام عالمِ اسلام میں کوئی بھی کتاب　　کلام میں ہو جو بے مثل و نادر و نایاب
نہیں ضخامت و عظمت میں کوئی اس کا جواب　　وہ مسجدیں تو یہ کعبہ، وہ صحن یہ محراب
جو اِن کے علم پہ لازم دلیلِ شافی ہے
کلینیؒ آپ کہیں یہ کتاب ''کافی'' ۶۸؎ ہے

۵۶

علاوہ اس کے لکھی ہیں کتب عظیم کئی　　انہیں میں ایک ''اساس الاصول'' بھی ٹھہری
بہ ردِ صوفیہ ان کی ''شہاب ثاقب'' تھی　　پھر ایک ردِّ نصاریٰ میں بھی کتاب لکھی
وہ ''ذوالفقار'' ۶۹؎ جو ''تحفہ'' ۷۰؎ کے سر پہ آئی تھی
''حسام'' ۷۱؎ اور ''صوارم'' ۷۲؎ بھی ساتھ لائی تھی

۵۷

بہت سی اور کتابیں ہیں نادر و نایاب　　نہیں ہے علم کی دنیا میں جن کا کوئی جواب
علاوہ اس کے کئے ہیں وہ کارہائے صواب　　کوئی ثواب کا جن کے نہیں ہے حد و حساب
انہیں میں دین کی تبلیغِ عام شامل ہے
نمازِ جمعہ کا ان میں قیام شامل ہے

۵۸

تھی ہند میں نہ جماعت نہ جمعہ ہی کی نماز　　نہ کوئی صف تھی نہ محمود تھا نہ کوئی اَیاز
اٹھا جو اِن کی بنا ڈالنے پہ بندہ نواز　　صفیں درست ہوئیں سن کے آپ کی آواز
نمازِ جمعہ کا غل تا بہ شش جہات ہوا
بلند نعرۂ قد قامت الصّلوٰۃ ہوا

۵۹

یہ اک جماعت و جمعہ کا بن گیا جو نظام　　رہے گا تا بہ قیامت وہ کر گئے ہیں یہ کام
نمازیں جتنی بھی ہوں گی یہ تا ظہورِ امامؑ　　جبیں پہ ان کی چمکتا رہے گا آپ کا نام
خدا سے اجر بھی یہ بے حساب پائیں گے
یہ ان کا تا بہ قیامت ثواب پائیں گے

۶۰

اسی طرح سے یہ مظلوم کی عزاداری انہیں کے دم سے یہاں ہر طرف ہوئی جاری
عزا تھی قوم کے حق میں جو وجہِ بیداری جلائی آتشِ غم کی دلوں میں چنگاری
قلم علَم کیا پیغامِ کربلا کے لئے
امام باڑے ۳۷ بنائے صفِ عزا کے لئے

۶۱

بہت اہم ہے یہ کام اِن میں آپ نے جو کئے نظامِ فقہ کی ترویج کو جناب اُٹھے
جنہیں تھا شوق انہیں تعلیم و تربیت دے کے مبلغین کُل اطرافِ ہند میں بھیجے
کوئی شمال و جنوب اور کوئی دکن کو گیا
یہاں جو پھول کھِلا دوسرے چمن کو گیا

۶۲

یہ لکھنؤ جو بنا مرکزِ علوم و عزا شرف اسے یہ خدا کے کرم سے ہاتھ آیا
کہ خوشہ چیں ہوا بر صغیر کُل اس کا ہو فیض آباد کہ دلی، دکن کہ امروہا
یہیں سے دین کی دولت سبھی نے پائی ہے
اسی کی علم میں شاگرد کُل خدائی ہے

۶۳

وہ درس اور وہ تصانیف وہ فروغِ عزا رسومِ بد کی وہ اصلاح، فقہ کا اجرا
وہ صوفیت ہو کہ اخباریت کا ہو فتنہ ہر اک محاذ پہ باطل سے وہ جہاد ان کا
یہ اتنے کام اور اک ذات اس کو کیا کہئے
بس ایک جذبہ و ہمّت کا معجزہ کہئے

۶۴

انہیں کے عِلم کی عظمت انہیں کا جوشِ عمل تھا اِن کی آل کو راہِ حیات میں مشعل
تھے جیسے عِلم و عمل میں وہ کامل واکمل ہوئے پسر بھی اسی طرح اک سے اک افضل
کرم تھا حق کا حسینؑ و حسنؑ کے صدقے میں
کہ پانچ بیٹے ملے پنجتنؑ کے صدقے میں

۶۵

بڑے تھے سب سے جو سید محمدؒ ۷۴؎ حق بیں
انہیں کو کہتے ہیں رضواں مآبؒ اہلِ یقیں
تھا سر پہ تاج نہ کچھ بر میں خلعتِ زریں
مگر جلالتِ علمی سے ہِل رہی تھی زمیں
جہانِ علم میں اِن کے شرف مسلّم تھے
دیارِ ہند میں عالم نہ تھے وہ اعلم تھے

۶۶

عجب یہ مرتبہ رضواں مآبؒ نے پایا
یہ خواب ۷۵؎ حضرتِ غفران مآبؒ نے دیکھا
امامِ عصرؑ نے ارشاد ان سے فرمایا
رہے گا میری کفالت میں یہ ترا بچّہ
نہ کیوں پھر ان کے مراتب جلیل ہو جائیں
امامِ عصرؑ جو ان کے کفیل ہو جائیں

۶۷

پسر تھے دوسرے سید علیؒ عِلم شعار
تھا جن سے گلشنِ علم و عمل میں جوشِ بہار
بڑھایا آپ نے اردو کا اس جہاں میں وقار
اسی زبان میں تفسیر لکھ کے پہلی بار
یہ معجزہ تھا انہیں کا جہانِ اردو میں
زبانِ وحی کو ڈھالا زبانِ اردو میں

۶۸

پھر ان کے بعد وہ سید حسنؒ بہشت مآب
گلِ ریاضِ شریعت، خلیلِ باغِ صواب
لکھی ہے آپ نے علمِ کلام میں وہ کتاب
کہ جس سے پہلے تھا اردو میں یہ سخن نایاب
ہے ایک ساغرِ قند و نبات اردو میں
کہ صالحات کے ہیں باقیات ۷۶؎ اردو میں

۶۹

جناب سید مہدیؒ وہ گوہرِ نایاب
سدھارے خلد بریں جو بہ عنفوانِ شباب
تھی ان کی موت پہ فطرت بھی اس طرح بیتاب
گہن میں آ گیا تھا آفتابِ عالم تاب
وہ خود جوان نہ تھے عِلم کا شباب تھے وہ
شباب میں بھی فقیہوں میں لاجواب تھے وہ

۷۰

پسر تھے پانچویں سید حسینؒ فخرِ زماں   لقب جہاں میں ہوا جن کا ''علیّین مکاں''
وہ سید العلماء عالمانِ دہر کی جاں   علومِ دین وشریعت کا بحرِ بے پایاں
دیا یہ اوج شہؑ مشرقین نے ان کو
خود اپنا نام دیا ہے حسینؑ نے اِن کو

۷۱

عظیم خود بھی، مراتب بھی تھے عظیم ان کے   تھے سترہ ہی برس کے کہ مجتہد وہ ہوئے
کوئی ہزار تو شاگرد ہند میں ہوں گے   کہ جن میں مجتہد و مفتی و فقیہہ بھی تھے
چمن میں گل تھے، گلوں میں گلاب تھے گویا
وہ اپنے وقت کے غفراں مآب تھے گویا

۷۲

علی حسینؒ [۷۸] تھے لعل ان کے، دین کے ناصر   تھے جن کی آل میں مہدی حسین سے ماہر [۷۹]
پھر اس کے بعد وہ اک فخرِ خانداں فاخر [۸۰]   پھر اک مصوّر [۸۱] اور اب اک یہ نام کا ساحر
یہ وجہِ فخر بھی ہے وجہِ عزّ و شان بھی ہے
انہیں کی آل میں یہ ننگ خاندان بھی ہے

۷۳

تقیؒ بھی لعل تھے سید حسینؒ کے وہ عظیم   جو عالموں میں تھے ممتاز [۸۲] قوم میں تھے زعیم
پھر اِن کے نورِ نظر یعنی سید ابراہیمؒ   تمام قوم کی نظروں میں واجب التعظیم
وہ ایک شمس لقب بے مثال عالم تھے
جدید دَور میں روشن خیال عالم تھے

۷۴

انہیں کے لعل جناب ابوالحسنؒ جو ہوئے   وہ عالموں میں بھی ممتاز [۸۳] مانے جاتے تھے
عطا ہوا وہ پسر [۸۴] اُن کو درگہہِ حق سے   کہ جس نے گاڑ دیئے اپنے عِلم کے جھنڈے
زمینِ جہل کے طبقے ہلا دیئے جس نے
جہانِ علم میں ڈنکے بجا دیئے جس نے

۷۵

وہ وہ کہ اسمِ مبارک علی نقی جس کا وہ اجتہاد کا پیکر، وہ علم کا پُتلا
وہ ایک چاند جو برِ صغیر میں چمکا وہ اِک وجود جو بزمِ جہاں کی زینت تھا
چمن میں دہر کے پھول اِک کھِلا ہوا جیسے
جبینِ وقت پہ جھومر سَجا ہوا جیسے

۷۶

جناب حضرتِ غفران مآبؒ نے گوندھی جو اجتہاد ۸۵ ؎ کے تابندہ موتیوں کی لڑی
مثال ان کی جو تسبیح میں امام سی تھی یہ اِس لڑی کا ضیاء بار پانچواں موتی
یہ ایک گل میں گلستاں، یہ جزو میں کُل تھا
یہ اجتہاد کی تاریخ کا تسلسل تھا

۷۷

وہ ان کی راہ جو غفران مآبؒ کا جادہ عروسِ علم کے دلدار ۸۶ ؎ وہ، یہ دل دادہ
تھا اِن کا ساغرِ دل، اُن کی فکر کا بادہ جو اِن کی مسندِ علمی وہ اُن کا سجادہ
قبائے علم اُنہیں کی تھی اِن کی قامت پر
بجا ہے ناز جو ہو اِن کو اِس نیابت پر

۷۸

جناب مولوی سید علی نقی جیسا بہت ہی کم کوئی عالم یہاں ہوا ہوگا
وہ اہلِ علم کی نظروں میں سید العلماء وہ اہل حق کے لئے آیتُ اللہ العظمٰی
حُسینیت میں وہ اِک فکرِ نَو کے بانی تھے
جہانِ علم میں اللہ کی نشانی تھے

۷۹

درِ یگانۂ دوراں، وحیدِ عصرِ وزماں فرشتہ خو، متحمل مزاج، نرم زباں
شریف و شاکر و شائستہ و شرف ساماں بڑے حلیم بڑے رکھ رکھاؤ کے انساں
علی تھے، علم کی دنیا کے انقلابی تھے
نقی تھے، پاک تھے، خالص تھے، بوترابی تھے

۸۰

مفسرین کے سردار "سید العلماء" محققین کے سالار سید العلماء
کتب کے ہم دم و غم خوار سید العلماء قلم کا دیدۂ بیدار سید العلماء
زبان اور قلم میں عمل کا رشتہ تھے
بشر کے بھیس میں اک علم کا فرشتہ تھے

۸۱

غلامِ حیدرؑ کرار سید العلماء دلیر و صابر و خوددار سید العلماء
زبانِ ہند میں اوتار سید العلماء ہمارے آپ کے سرکار سید العلماء
عمل کی جان تھے، روحِ روانِ علم تھے وہ
زمین جہل پہ اک آسمانِ علم تھے وہ

۸۲

وہ افتخار صدوقؒ و کلینیؒ دوراں مفیدؒ و مجلسیؒ و طبرسیؒ کی روحِ رواں
جناب حضرت غفران مآبؒ کا ارماں وہ خوئیؒ اور خمینیؒ کے پائے کا انساں
وہ نائینیؒ[۸۷] و عراقیؒ[۸۸] کے دل کا چین ہوا
نجف کے حوزۂ علمی کی زیب و زین ہوا

۸۳

جہانِ علم کا وہ آفتابِ فکر و نظر وہی تو تھا سببِ انقلابِ فکر و نظر
عدوئے علم کے حق میں عذابِ فکر و نظر پڑھے لکھوں کے لئے اک کتابِ فکر و نظر
وہ کیا جئیں گے جو بھٹکیں سدا سرابوں میں
وہ کیا مرے گا جو زندہ رہے کتابوں میں

۸۴

جو زیبِ خاتم ملت تھا وہ نگینۂ علم زعیمِ قوم، گدائے درِ مدینۂ علم
وہ اس کا سینۂ بے کینہ اِک دفینۂ علم وہ اِس کا دل تھا کہ گویا کوئی خزینۂ علم
وہ بحر، حرف کے کوزہ میں جو سما نہ سکے
نگاہِ جہل کبھی جس کی تھاہ پا نہ سکے

۸۵

وہ ان کا منطق و تاریخ و فلسفہ کا شعور حدیث و فقہ و کلام و ادب پہ ان کا عبور
یہاں سے بڑھ کے عرب اور عجم میں تھا مشہور مگر نہ علم پہ غرّہ نہ عظمتوں پہ غرور
ہے نام اِن کا کہ عظمت کا اِک جریدہ ہے
جو حرف اِس میں ہے وہ آپ کا قصیدہ ہے

۸۶

عیاں ہے ''ع'' سے یہ علم کا شباب تھے وہ لکھا ہے ''ل'' نے لاریب لاجواب تھے وہ
یقین ''ی'' کو ہے یکتا دُرِخوش آب تھے وہ ہے نقل ''ن'' سے نایاب و نام یاب تھے وہ
ہے قول ''ق'' کا قبلہ گہہ زمانہ تھے
ہے ''ی'' سے یہ کہ وہ اس دَور میں یگانہ تھے

۸۷

وہ دَور جس میں کھِلا تھا علوم کا یہ کنول بہت تھے عالمِ دین اِس میں، اک سے اک افضل
مگر تھا قوم میں کچھ اِس طرح کا قحطِ عمل صدا یہ آتی تھی منبر کے دِل سے بھی کہ سنبھل
عمل کی بزم میں سب سر جھکائے بیٹھے تھے
اسی چراغ سے اب لَو لگائے بیٹھے تھے

۸۸

فضائے قوم پہ چھائی ہوئی تھی تاریکی رہِ عمل میں چراغوں کی روشنی کم تھی
ہوئے تھے حرف و قلم جو شکارِ بے عملی اسی کے دستِ اماں میں انہیں پناہ ملی
سوادِ کم نظراں میں نگاہِ علم تھا وہ
دیارِ جہل میں جائے پناہِ علم تھا وہ

۸۹

تھا چھُٹپنے ہی سے ظاہر کہ ہیں بڑوں سے بڑے بڑوں سے بڑھ گئے جب بھی وہ امتحاں میں پڑے
لکھے جو حرف، ورق پر جواہرات جڑے کھُلے جو لب سرِ منبر تو منہ سے پھول جھڑے
اٹھی جو فکر کی بدلی تو جا بجا برسی
قلم کو جھٹکا تو الفاظ کی گھٹا برسی

۹۰

وہ رہنمائے رہِ باصوابِ علم و عمل　　وہ جہل و بے عملی کو جوابِ عِلم و عمل
تھا کشت قوم میں جو قحط آبِ علم و عمل　　تو جھوم جھوم کے برسا سحابِ عِلم و عمل
چمن میں علم و عمل کے نہ تھا ذرا پانی
اٹھا یہ ابر تو چھاجوں برس گیا پانی

۹۱

ہے کون جس نے خطابت میں طرحِ نو ڈالی　　ہے کون، تھا جو شریعت کے باغ کا مالی
قلم سے جس کے تھی کشتِ ہُنر کی ہریالی　　وہی علیؑ نقی، مدظلّہ العالی ۸۹ھ
وہ اپنے نطق و عمل سے جو کام لیتے تھے
تو کشتِ علم سے ذہنوں کو رزق دیتے تھے

۹۲

ہوئے جو صدر نشینِ جہانِ اہل نظر　　نکھارتے ہوئے تہذیبِ مسند و منبر
زباں سے جاری ہوئی موجِ زم زم و کوثر　　دِلوں پہ کھُل گئے اک اک کے شہرِ علم کے در
بصارتوں کو بصیرت کی روشنی دے دی
بصیرتوں کو حقیقت کی روشنی دے دی

۹۳

خطابت ایسی کہ اغیار بھی مقِر ہوں کہ ''ہاں''　　نظر عمیق، مضامین دقیق، بات آساں
فضائل ایسے کہ ایمان ہو دلوں میں جواں　　دلائل ایسے کہ تائید کو بڑھے قرآں
زبان وہ کہ فصاحت نثار ہو جائے
مصائب ایسے کہ دِل بے قرار ہو جائے

۹۴

مِلے جو اہل نظر، علم کے گُہر رولے　　جہول آئے مقابل تو پھر نہ کچھ بولے
فساد اِن کو نہ منظور تھا، نہ لب کھولے　　کہ سیلِ بُغض میں کشتی نہ قوم کی ڈولے
علی کی پیروی اس طرح بھی جو فرض ہوئی
خموشی معنیِ ''لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْض'' ہوئی

۹۵

وہ ایک چپ سے بلاؤں کو ٹالنے والا   بھنور میں علم کی کشتی سنبھالنے والا
عمل میں لفظ و معانی کو ڈھالنے والا   حُسینیت کا مرقع اجالنے والا
تھا ورد فکر کا ایک اِک نفس حسینؑ حسینؑ
نہ تھی کسی سے غرض اس کو، بس حسینؑ حسینؑ

۹۶

تھا اس کا مقصد خلقت جو نشرِ کارِ حسینؑ   منائی تیرہ سو اکسٹھ/۱۳۶۱ھ میں یادگارِ حسینؑ
کہ غیر پر بھی تو قائم ہو اقتدارِ حسینؑ   چمن میں دہر کے ہو بے خزاں بہارِ حسینؑ
زباں سے حسرتِ ''یالیتنی''۹۰ے پہ صاد کیا
قلم سے نصرتِ شبیرؑ میں جہاد کیا

۹۷

یہی قلم تھا مجاہد کے ہاتھ کی شمشیر   اسی قلم کو بناتے تھے فکر کی زنجیر
اسی قلم سے وہ کرتے تھے حرف کو تسخیر   اسی سے کرتے تھے اغیار کے دلوں کو اسیر
وِلا کی بزم میں ابرِ بہار تھا یہ قلم
عدوئے دیں کے لئے ذوالفقار تھا یہ قلم

۹۸

اِسی قلم سے لٹائے ہیں وہ دُرِ شہوار   کہ جن کو دیدۂ جوہر شناس ہے درکار
لگا دیئے ہیں مضامین نَو کے وہ انبار   کہ جن سے مصرِ سخن میں ہے گرمیٔ بازار
نہ دھبّہ لگنے دیا اس کی پارسائی کو
جگر کا خون دیا اس کی روشنائی کو

۹۹

حصولِ مقصد دیں میں وہ اس کا استغراق   بہت سے اپنے پراؤں کو تھا بہت ہی شاق
مخالفت میں مخالف اگرچہ تھے مشّاق   اِسے ہٹا نہ سکے راہِ حق سے اہلِ نفاق
نگاہِ فکر میں قائم ہے اعتبار اِس کا
جہانِ عِلم سے اٹھا نہ اقتدار اس کا

۱۰۰

وہ دے رہا تھا شبِ جہل کو پیامِ سحر	سکھا رہا تھا اندھیروں کو احترامِ سحر
دوات تھی کہ چھلکتا تھا کوئی جامِ سحر	ورق پہ چال تھی خامہ کی یا خرامِ سحر
وہ روشنائی میں جب بھی قلم ڈبوتا تھا
ہر ایک بوند سے سورج طلوع ہوتا تھا

۱۰۱

بشوق اِن کی طرف اہل علم کا وہ کھنچاؤ	وہ اشتیاقِ سماعت میں مجلسوں کا جماؤ
وہ خشک گفتگوئے فقہ میں ادب کا رچاؤ	وہ نرم نرم سے لہجہ میں گومتی ۹۱؎ کا بہاؤ
بیاں وہ، ابرِ بہاراں کی بوندیاں جیسے
رواں وہ لفظ کہ چلتی ہوں کشتیاں جیسے

۱۰۲

وہ فکر کی ہمہ گیری وہ قوّتِ تحریر	کہ تین سو ہیں کتابیں بہ فیضِ ربِّ قدیر
ہے یوں تو اپنی جگہ ہر کتاب مہرِ منیر	ہے اپنے رنگ میں یکتا جناب کی تفسیر
سکوتِ فکر میں وہ انقلاب لائی ہے
کہ باغِ علم میں ''فصل الخطاب'' ۹۲؎ آئی ہے

۱۰۳

جو تین سو سے بھی کچھ ہیں سوا کتب ان کی	انہیں کتب سے ملے گی حیات انہیں ابدی
ہر اِک کتاب ہے آئینۂ علومِ نبیؐ	اِن آئنوں میں ہیں جلوہ نما علیؑ نقی
سدا یہ نام جبینِ کتب پہ دمکے گا
یہ آفتاب انہیں آئنوں میں چمکے گا

۱۰۴

ہیں ان کی فکر سے روشن ہزارہا عنواں	کہ جیسے عقل، عبادت، تمدنِ انساں
نظامِ زندگی، پردہ، اصولِ دیں، قرآں	امامت اور خلافت، عقائد و ایماں
ادب بھی، سیرت و تاریخ بھی، وراثت بھی
حُسینیت بھی، مذاہب بھی، مادّیت بھی

۱۰۵

تھے گرچہ خوف زدہ ان کے علم سے اعدا — انہیں کے سفرۂ علمی سے لے رہے تھے غذا
چلا رہے تھے انہیں کے قلم سے کام اپنا — جبھی تو ان کی کتابوں سے آ رہی ہے صدا
میں شہرِ علم سے لایا ہوں اِن نگینوں کو
''خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو (میرانیسؒ)

۱۰۶

بڑے غضب کی تھی جو ان کی شخصیت میں کشش — تو دل لپکتے تھے بیعت کو ان کی بے غل وغش
جبھی تو اہلِ حسد کے دلوں میں تھی وہ خلش — کہ بڑھتے بڑھتے عداوت میں ڈھل گئی رنجش
مگر یہ ظرف تھا ان کا کہ ان پہ تف بھی نہ کی
ہزار ظلم سہے اور منہ سے اُف بھی نہ کی

۱۰۷

اُدھر وہ دعوئے باطل وہ حق فراموشی — وہ رفع شر کے لئے اِس طرف خطا پوشی
اُدھر وہ دشنہء دشنام وہ سِتم کوشی — علیؑ مثال اِدھر باوقار خاموشی
انہیں نے علم کی عظمت کو یوں نکھار دیا
مخالفت میں شرافت کو اعتبار دیا

۱۰۸

عجیب جہل نے یہ علم سے لیا بدلا — کہ ڈالی چاند پہ خاک آسمان پر تھوکا
امیرِ شام کی سیرت پہ کوئی چل نِکلا — کسی نے کہہ دیا ان سے یزید اچھا تھا
ہمارا دین سلامت رہے بعونِ حسینؑ
انہیں یزید مبارک ہمیں یہ جونؑ حسینؑ

۱۰۹

یہ اہل علم نے کیسا چلن بنایا تھا — کہ بحثِ علم کو وجہ محن بنایا تھا
عبا قبا کو لباسِ فِتن بنایا تھا — قلم کو دار، زباں کو رسَن بنایا تھا
وہ رمزِ علم سرِ دار کھولتا ہی رہا
مثالِ میثمؑ تمّار بولتا ہی رہا

۱۱۰

روایت آپ کی جس پر انہیں کہا کافر　　ضعیف ہی سہی، لکھی گئی تو ہے آخر
جو سچ ہے ''اِنما الاَعمالُ بالنّیات'' تو پھر　　ہیں ظاہرا تو خدا ہی پہ نیّتیں ظاہر
ہیں کون، پیاس پہ رشتہ جو حق سے توڑتے ہیں
اب اس کا فیصلہ ہم تو خدا پہ چھوڑتے ہیں

۱۱۱

کچھ اس سے بڑھ کے کہیں یہ ہمارا طور نہیں　　اگرچہ سچ ہے، شرافت کا اب یہ دَور نہیں
کسی کے واسطے کیا یہ محلِ غور نہیں　　رسولؐ پاک کا منبر ہے یہ کچھ اور نہیں
خدا کرے کہ رہے اعتبار منبر کا
عزیز سب کو ہو دل سے وقار منبر کا

۱۱۲

وہی معلم آدابِ مجلس و منبر　　وقارِ مجلس و منبر تھا جس کے پیشِ نظر
بشر کے بھیس میں حلم حسنؑ کا وہ پیکر　　ہر اشتعال پہ اہلِ حسد کے چُپ رہ کر
بتا گیا ہے عمل سے مقام منبر کا
سکھا گیا ہے ہمیں احترام منبر کا

۱۱۳

وہی عظیم معلم، وہی عظیم انساں　　دِل شکستہ پہ سہہ سہہ کے زخمِ تیغِ زباں
جہانِ ظلم و ستم چھوڑ کر گیا ہے وہاں　　تمام دہر کے مظلوم جا بسے ہیں جہاں
اُسی کے غم میں تو آنکھیں یہ اشکبار ہیں آج
اُسی کے سوگ میں ہم آپ سوگوار ہیں آج

۱۱۴

فضا میں شور ہے یہ آندھیوں ۹۳ ؁ کا جو پیہم　　ہے آج یہ لَبِ فطرت پہ نوحہ و ماتم
جہانِ علم پہ چھایا ہوا ہے رنج و اَلم　　سیاہ پوش ہے قرطاس، اشک ریز قلم
وفورِ غم سے جو کاغذ پہ سَر پٹکتا ہے
قلم کی آنکھ سے رِس رِس کے خوں ٹپکتا ہے

۱۱۵

وطن کو چھوڑ گیا وہ، وطن اداس ہے آج بہار ہوگئی رخصت چمن اداس ہے آج
ہوا جو مشک سے خالی ختن اداس ہے آج وہ لعل کھو دیا ہم نے یمن اداس ہے آج
وہ اُٹھ گیا تو کوئی چھاؤں پھر گھنی نہ رہی
وہ بجھ گیا تو چراغوں میں روشنی نہ رہی

۱۱۶

ہزار حیف کہ گو موت ہوگئی حائل ہوا نہ شامیوں سا رنگِ دشمنی زائل
عدو جو آج بھی ایذا رسی پہ ہیں مائل یہ بعدِ مرگ بھی تیغِ زباں سے ہیں گھائل
ہے سبّ و شتم یہ بعدِ وفات حضرت پر
کہ جیسے تیر چلائیں کسی کی میت پر

۱۱۷

وہ وقت آئے گا جب ہوگی عام بیداری جہاں میں ہوگی جب انصاف کی عمل داری
حسد سے، بُغض و عداوت سے ہوگی بیزاری سمجھ میں آئے گی تب سب کی داستاں ساری
نہ لوگ پھر کسی مظلوم کو ستائیں گے
نہ پھر کسی کے جنازے پہ تیر آئیں گے

۱۱۸

ہزار حیف کہ یہ نائبِ امامؑ انام وہ ظلم سہہ گئے جن کا ہدف تھے ان کے امامؑ
مکاں جلایا گیا، سبّ و شتم بھی ہوا عام عدو نے عید بھی کی بعد مرگِ نیک انجام
یہ وہ ستم ہیں جو مولا علیؑ پہ ڈھائے گئے
کچھ ان پر اور کچھ آلِ نبیؐ پہ ڈھائے گئے

۱۱۹

یہ جب ادب سے حضور امامؑ ہر دو جہاں زباں پہ لائیں گے حرفِ شکایتِ دَوراں
عجب نہیں کہ بصَد رنج و بادِلِ گریاں گلے لگا کے یہ فرمائیں شاہِ کون و مکاں
ہمیں ہے علم جو طوفانِ جور و جبر آئے
ہمارے حال پہ رکھو نظر کہ صبر آئے

۱۲۰

یہ سبّ و شتم جو تم پر ہے اب سرِ منبر		امیرِ شام نے جاری کیا تھا یہ مجھ پر
لگائے جاتے تھے تیغِ زباں سے وہ نشتر		کہ جن سے ہوگیا چھلنی مرے حسنؑ کا جگر
زباں کے تیر جو تھے زہر میں بجھائے ہوئے
یہ دل پہ سہتے رہے ان کو سر جھکائے ہوئے

۱۲۱

دعائیں دے کے کہیں گی یہ فاطمہ زہراؑ		تمہارے گھر کو جلایا گیا، غضب یہ ہوا
مگر وہ میرا مکاں، وہ ہجومِ اہلِ جفا		وہ در، وہ آگ کے شعلے، وہ ظالموں کی صدا
لگا کے آگ، ستم مجھ پہ یہ مزید کیا
گرا کے دَر مرے محسنؑ کو بھی شہید کیا

۱۲۲

بدرد و غم یہ صَدا دیں گی زینبؑ کبریٰ		یہ رسمِ عید بقتلِ حسینؑ اب بھی ہے کیا
یزیدیوں نے یہی کربلا میں بھی تو کیا		کہ روزِ قتلِ حسینؑ ان کو روزِ عید ہوا
تھا زیرِ تیغ وہ زہراؑ کا نورِ عین حُسینؑ
اُدھر خوشی کے وہ باجے اِدھر حسینؑ حسینؑ

۱۲۳

تھی بربریّتِ انساں کی وہ عجب روداد		کہ بھیڑیوں نے بھی پایا نہیں وہ رنگِ عناد
ہوئے شہادتِ مظلوم پر یہ خوش جلّاد		دی قتل گاہ میں اک ایک کو مبارک باد
جب ان کے ہاتھ سے انسانیت شہید ہوئی
تو ان یزید پرستوں کے گھر میں عید ہوئی

۱۲۴

کروں یہ عرض جناب علی محمد سے		غضب ہے باپ کا سایہ جو سر سے اٹھ جائے
یہ دیکھئے تو مگر جب وہ اس جہاں سے اٹھے		خدا کا شکر کہ بے گور و بے کفن نہ رہے
یہاں یہ ظلم کسی پر ابھی ہوا تو نہیں
یہ لکھنؤ ہے کوئی دشتِ کربلا تو نہیں

۱۲۵

ابھی تو ہیں یہاں انسانیت کے کچھ ہمدرد　　ہوئی نہیں ہے ابھی حق کی آگ بالکل سرد
ابھی بہت سے رخوں پر نہیں ہے ظلم کی گرد　　بہت ہیں صاحبِ ایماں وہ عورتیں ہوں کہ مرد
ہے نور چہروں پر ایمان کی سند کی طرح
ابھی ہیں لوگ یہاں کچھ بنی اسد کی طرح

۱۲۶

یہاں شہید ہو جو کوئی جورِ باطل سے　　کسی کا عالمِ غربت میں بھی جو دم نکلے
نہ بے لباس، نہ بے گور اس کی لاش رہے　　یہ لوگ اس کو کفن دے کے دفن کر دیں گے
مگر وہ ارضِ جفا، وہ اَلم نصیب حسینؑ
وہ دشتِ کرب و بلا، وہ مرا غریب حسینؑ

۱۲۷

وہ کربلا، وہ لہو کی زمیں، وہ دھوپ کا بن　　وہ بعد عصر اک اجڑا ہوا کسی کا چمن
وہ اک نشیب میں اک لاش بے لباس و کفن　　وہ اِک جلے ہوئے خیمہ میں اک غریب بہن
وہ ایک بے کس و مجبور و ناتواں بیٹا
کفن بھی دے نہ سکا باپ کو جواں بیٹا

۱۲۸

ابھی تو باپ کا سایہ اُٹھا ہی تھا سر سے　　لُٹے، خیام جلائے گئے، اسیر ہوئے
گلے میں طوق تو پیروں میں بیڑیاں پہنے　　یتیم بیٹا چلا میرِ کارواں بن کے
مقامِ رنج و محن کو بصَد محن چھوڑا
پدر کی لاش کو بے گور و بے کفن چھوڑا

۱۲۹

اسیر ہو کے چلے قتل گاہ سے جو حَرم　　نظر کے سامنے تھا ایک اک قتیلِ ستم
ہر ایک لاش پہ وہ بے کسوں کا نوحۂ غم　　بندھے تھے ہاتھ تو کوئی نہ کر سکا ماتم
سکینہؑ نہر پہ عمو کے پاس جا نہ سکیں
ربابؑ ننھی سی تربت گلے لگا نہ سکیں

۱۳۰

وہ کربلا سے سفر آہ تا بہ کوفہ و شام　　اسیرِ طوق و سلاسل وہ دَورِ نَو کا امامؑ
وہ سَر کھلے حرمِ مصطفیؐ وہ مجمعِ عام　　وہ بے رداءِ زینبؑ سے عرش پر کہرام
سروں سے مریمؑ و سارہؑ نے پھینک دی چادر
وہ کھل گیا سَرِ زہراؑ وہ گر گئی چادر

۱۳۱

اُدھر وہ محوِ تماشہ سگانِ دہر تمام　　جہول و بدنظر و بے ضمیر و بد انجام
نبیؐ کی آلؑ کے دشمن ملوکیت کے غلام　　صدائے طنز کسی کی وہ تا بہ کوفہ و شام
حرم کے ساتھ شہِ مشرقین آتے ہیں
بڑھو سلام کو لوگو حسینؑ آتے ہیں

۱۳۲

وہ جوق جوق تماشے کو لوگ آئے ہوئے　　حرم نبیؐ کے وہ بالوں سے منہ چھپائے ہوئے
غریب سب عرقِ شرم میں نہائے ہوئے　　حیا سے سیدِ سجادؑ سر جھکائے ہوئے
کِدھر ہے غیرتِ انساں، یہ ماجرا کیا ہے
ارے حمیتِ آدم! تجھے ہوا کیا ہے

۱۳۳

یہیں پہ ختم نہیں بات ساحرؔ مضطر　　ہزار طرح سے کرتے تھے ظلم بانیٔ شر
سرِ حسینؑ کی جانب کبھی کوئی پتھر　　تو بے رداءِ زینبؑ پہ طنز کے نشتر
تھے سبّ و شتم کے ناوک جِدھر گئے سجادؑ
ہر ایک گام پہ غیرت سے مر گئے سجادؑ

حواشی

ا۔ مثلاً یحییٰ ابنِ اکثم کی بحث امام محمد تقیؑ سے۔ جب کہ امام نہایت کم عمر تھے اور یحییٰ ابنِ اکثم کو خیال تھا کہ اس عمر میں روزے نماز کے چند مسائل کے علاوہ کچھ نہ جانتے ہوں گے اور اس جیسے عالم فاضل سے کیا بحث کریں گے۔ لیکن گفتگو کی ابتدا ہوتے ہی قلعی کھل گئی اور یحییٰ ابنِ اکثم کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر سے اقتباس جو حسب ذیل ہے اور علماء سوء کے بارے میں ہے: ''علماء سوء'' سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علماء دنیا پرست ایک جگہ اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ کتّوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے۔ لیکن اِدھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور اُدھر ان کے پنجے تیز اور زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال ان سگانِ دنیا کا ہے۔ ان کا سرمایۂ ناز علم حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتّباع سبیل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ بلکہ یکسر علم جدل وخلاف ہے نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز تر کرتی رہتی ہے۔ (حوالہ: ''مولانا ابوالکلام آزاد نے برصغیر پاک وہند (بنگلہ دیش) کے بارے میں کیا کہا تھا؟'' مرتبۂ کمال)

۳۔ قاضی شریح جس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یزید کی خواہش کے برعکس پہلے تو قتلِ حسین کا فتویٰ دینے سے انکار کر دیا مگر جب اس کو دکھا کے سونے کے سکّے گنے جانے لگے یا بروایت دیگر خاموشی سے دو تھیلیاں اس کے گھر بھجوا دی گئیں تو بلا تردّد قتلِ حسین کا فتویٰ دے دیا۔ اسی طرح اور بھی تھے۔

۴۔ نہج البلاغہ۔ خطبہ۔ ۲۰۴۔

۵۔ شیخ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق رازی کلینی صاحبِ اصول کافی۔ (وفات ۳۲۹ھ)

۶۔ شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی۔ (وفات ۳۸۱ھ)

۷۔ شیخ مفید ابوعبداللہ محمد ابنِ محمد بن نعمان۔ (وفات ۴۱۳)

۸۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ۔

۹۔ سید رضی (جامع نہج البلاغہ)۔

۱۰۔ ابوالفتح محمد بن علی صاحبِ کتاب ''کنز الفوائد'' (وفات ۴۴۹ھ)۔

۱۱۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن بانی جامع نجف اشرف مصنف تہذیب الاحکام واستبصار وغیرہ (وفات ۴۶۰ھ)۔

۱۲۔ شیخ ابوجعفر محمد بن ابی القاسم آملی طبری (وفات ۵۴۰ھ)۔

۱۳۔ الشیخ الفقیہہ ابوعلی الفضل بن الحسن طبری مشہدی صاحبِ تفسیر ''مجمع البیان'' (وفات ۵۴۸ھ)۔

۱۴۔ ابوالمکارم حمزہ بن علی حلبی (وفات ۵۸۵ھ)۔

۱۵۔ شیخ ابن ادریس محمد ابنِ احمد حلّی (وفات ۵۹۸ھ)۔

۱۶۔ شیخ اجل ابوالفضل شاذان قمی مدنی (وفات ۶۱۸ھ)۔

۱۷۔ صاحب الکرامات السید الحسنی والحسینی رضی الدین بن طاؤس (وفات ۶۶۴ھ)۔

۱۸۔ استاذ البشر شیخ الاسلام خواجہ نصیر الدین طوسی کاظمینی، محقق، فلسفی، متکلم (وفات ۶۷۲ھ)۔

۱۹۔ شیخ الفقہا جعفر بن حسن مصنف کتاب ''شرائع الاسلام'' (وفات ۶۷۶ھ)۔
۲۰۔ کتاب ''شرائع الاسلام''۔
۲۱۔ آیت اللہ المطلق شیخ جمال الدین علّامہ حلّی (وفات ۷۲۶ھ)۔
۲۲۔ نصیر الدین کاشانی، علی بن محمد (وفات ۷۵۵ھ)۔
۲۳۔ فخر المحققین محی الدین محمد بن حسن (وفات ۷۷۱ھ)۔
۲۴۔ تاج الدین السید المویدالجلیل عالم نسابہ محمد بن قاسم نجفی (وفات ۷۷۶ھ)۔
۲۵۔ الشہید الاوّل المحروق محمد بن جمال الدین صاحبِ کتاب ''لمعہ فی الفقہ'' (شہادت ۷۷۶ھ)۔
۲۶۔ کتاب ''لمعہ فی الفقہ''۔
۲۷۔ شہید ثانی شیخ جلیل زین الدین علی بن محمد صاحبِ کتاب شرح لمعہ (شہادت ۹۶۶ھ)۔
۲۸۔ زین الدین شیخ فقیہہ ابوالحسن علی حائری (وفات ۸۲۰ھ)۔
۲۹۔ فاضل مقداد ابوعبداللہ المقداد۔ صاحبِ کتاب '' کنز العرفان'' نجفی بغدادی (وفات ۸۲۶ھ)۔ ۳۰۔ کتاب کنز العرفان۔
۳۱۔ ثقۃ الاسلام نور الدین علی بن عالی المحقق کرکی (وفات ۹۳۷ھ)۔
۳۲۔ مولانا احمد بن محمد اردبیلی مدفون نجف اشرف (وفات ۹۹۳ھ)۔
۳۳۔ عالم جلیل محمد علی بن محمد شارح ''اصول کافی'' (وفات ۱۰۰۰ھ)۔
۳۴۔ کتاب ''اصولِ کافی''۔
۳۵۔ محمد بن حسین شیخ الاسلام شیخ بہائی (وفات ۱۰۴۱ھ)۔
۳۶۔ شیخ الاسلام علامہ مجلسی محمد باقر صاحبِ کتاب ''بحار الانوار'' (وفات ۱۱۱۱ھ)۔
۳۷۔ زاہد ورع محمد تقی مجلسی اول (وفات ۱۰۷۰ھ)۔
۳۸۔ کتاب ''حیات القلوب'' از علامہ مجلسیؒ۔
۳۹۔ کتاب ''بحار الانوار'' از علامہ مجلسیؒ۔ حوالہ ۳۲)۔
۴۰۔ فاضل ہندی شیخ جلیل محمد بن حسن صاحبِ کتاب '' کشف اللّثام'' (وفات ۱۱۳۷ھ)۔
۴۱۔ آقا جمال الدین خونساری (وفات ۱۱۵۵ھ)۔
۴۲۔ محقق بہبہانی محمد باقر (وفات ۱۲۰۸ھ)۔

۴۳۔　شیخ اکبر جعفر بن شیخ خضر نجفی۔ مصنف کشف الغطاء (وفات ۱۲۲۸ھ)۔

۴۴۔　کتاب ''کشف الغطاء''۔

۴۵۔　بارہویں صدی ہجری کے اواخر تک ہندوستان میں کوئی شیعہ عالم ایسا نہیں ہوا تھا جو درجۂ اجتہاد پر فائز ہو۔

۴۶۔　شیعوں نے دیگر مذاہب کے رسوم اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور شیخ سدو کا بکرا، احمد کبیر کی گائے، میران جی کے گلگلے اور بھوانی جی کی منتیں ان میں عام تھیں۔

۴۷۔　جناب علامہ سید دلدار علی غفران مآبؒ (ولادت ۱۱۶۶ھ، وفات ۱۲۳۵ھ)۔

۴۸۔　جناب غفران مآبؒ کے خاندان کو ''خاندانِ اجتہاد'' کہا جاتا ہے۔

۴۹۔　جناب غفران مآبؒ کے مورث اعلیٰ سید نجم الدین سبزوار سے سالار مسعود غازی کے ساتھ ایک فوج کے سردار کی حیثیت سے ہندوستان تشریف لائے اور ضلع رائے بریلی میں قصبہ ودیانگر کو فتح کر کے اس کا نام ''جائے عیش'' رکھا جو کثرت استعمال سے ''جائس'' مشہور ہوگیا پھر آپ ہی کی اولاد میں سے سید زکریا نے قلعہ پٹاک پور کو فتح کر کے اس کا نام اپنے بزرگ سید نصیر الدین کے نام پر ''نصیر آباد'' رکھا۔ اسی نصیر آباد (یو۔ پی۔ ہندوستان) میں ۱۱۶۶ھ میں ایک شبِ جمعہ جناب سید دلدار علی غفران مآبؒ کی ولادت ہوئی۔ وہیں ان کی نشوونما ہوئی۔

۵۰۔　جناب غفران مآبؒ نے ہندوستان کے مختلف علمی مراکز میں تحصیل علم کے بعد تکمیل علم کے لئے پہلے کربلائے معلّٰی کا سفر اختیار کیا۔ وہاں سے حصولِ علم کے بعد نجف اشرف میں تحصیل علم کی اور پھر مشہد مقدس میں اکتسابِ علوم کیا اور وہاں سے واپسی پر لکھنؤ میں مستقل قیام کیا۔

۵۱۔　نجف اشرف۔

۵۲۔　مشہد مقدس۔ (نوٹ: یہ بند نسخۂ دہلی میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا)

۵۳۔　مولوی یاد علی نصیر آبادی، مفسر قرآن۔

۵۴۔　مرزا محمد خلیل جناب غفران مآبؒ کے بہت عزیز شاگرد تھے ان کے انتقال پر اپنے تاثرات کا اظہار غفران مآبؒ نے ''عماد الاسلام'' کے دیباچہ میں کیا ہے۔

۵۵۔　محقق کامل مرزا کاظم علی جناب غفران مآبؒ کے قدمائے تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب محمد آبادی نے جناب غفران مآبؒ سے پہلے انہیں کی شاگردی اختیار کی تھی۔ اپنی کتاب ''سفر السعادۃ'' میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۵۶۔　مولانا سید عبد العلی دیوکھٹوی جو فیض آباد کے خاندان پیش نماز کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

۵۷۔　حکیم مرزا علی شریف محشی کتب کلامیہ وطبیہ و مصنف رسالہ طبیہ۔

۵۸۔　ملا علی نقی قزوینی۔

۵۹۔　مرزا جواد علی صاحب۔

۶۰۔　مرزا زین الدین احمد خاں عرف مرزا محسن صاحب۔ آپ ادب اور عروض وقوافی کے فن میں ماہر تھے۔

۶۱۔　مفتی محمد قلی صاحب موسوی نیشاپوری کنتوری، جناب مولانا سید حامد حسین صاحب، مصنف ''عبقات'' کے والد بزرگوار اور جناب ناصر الملت کے جدِّ امجد تھے۔ علم کلام میں خاص پایہ رکھتے تھے۔ تحفہ کے متعدد ابواب کی رد میں تشئید المطائن، تقلید المکائد اور سیف ناصری وغیرہ آپ کی کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

۶۲۔　مثلاً جناب سلطان العلماء ابن جناب غفران مآبؒ اور جناب مفتی محمد قلی کنتوری صاحب۔

۶۳۔　مثلاً سید نظام الدین حسین صاحب۔

۶۴۔　مثلاً سبحان علی خان صاحب وغیرہ۔

۶۵۔　مثلاً مولانا سید علی صاحب، خلف جناب غفران مآبؒ۔ اردو میں پہلے مفسّر اور فارسی میں مولوی یاد علی صاحب۔

۶۶۔　علم کلام میں جناب غفران مآبؒ کی وہ معرکۃ الآراء کتاب ''عماد الاسلام'' جس کی نظیر پورے عالمِ اسلام میں نہیں ہے۔

۶۷۔　مرآۃ العقول ''عماد الاسلام'' کا اصلی نام ہے۔

۶۸۔　شیخ کلینی کی عظیم تصنیف ''اصولِ کافی''۔

۶۹۔　شاہ عبدالعزیز کی مشہور کتاب ''تحفۂ اثنا عشریہ''۔

۷۰، ۷۱، ۷۲۔　تحفۂ اثنا عشریہ کے مختلف ابواب کے جواب میں جناب غفران مآبؒ کی مختلف تصنیفات۔

۷۳۔　لکھنؤ کا مشہور امام باڑہ اور مرکزِ عزاء یعنی امام باڑہ غفران مآب انہیں کی تعمیری کوششوں کا عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ایک امام باڑہ نصیر آباد میں تعمیر کروایا جس کے اب آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔

۷۴۔　سلطان العلماء رضوان مآب سید محمد خلفِ اکبر غفران مآب (ولادت ۱۷ رصفر ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۴ء، وفات ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۵ رجولائی ۱۸۶۷ء (تاریخ سلطان العلماء)۔

۷۵۔　تاریخ سلطان العلماء صفحہ ۷۱۔

۷۶۔　''باقیات الصالحات'' اردو میں علمِ کلام کی پہلی کتاب جو مولوی سید حسنؒ صاحب خلفِ جناب غفران مآبؒ نے لکھی۔

۷۷۔　جناب غفران مآبؒ نے اپنی تمام اولاد کا نام حضراتِ معصومینؑ کے اسمائے مبارکہ کی ترتیب کے مطابق رکھا تھا۔ چنانچہ سب سے بڑے فرزند سلطان العلماء کا نام سید محمد ان سے چھوٹے کا نام سید علی، پھر سید حسن اور ان کے بعد خلافِ ترتیب سید مہدی نام رکھا تو خواب میں سید الشہداء حضرت امام حسین کی زیارت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ تم نے پہلے ترتیب کا لحاظ کیا۔ مگر اس فرزند کے نام میں اس

سے قطع نظر کر لی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ یہ فرزند اس وقت پیدا ہوا جب مجھ پر پیری غالب آچکی ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ اس کے بعد کوئی دوسرا فرزند ہوگا۔ حضرت نے فرمایا: یہ خیال درست نہیں۔ تمہارے یہاں ایک اور فرزند ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ ۱۴/ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو سید العلماء سید حسین صاحب کی ولادت ہوئی۔ (سید العلماء حیات اور کارنامے)

۷۸۔ عضد الدین زین العلماء سید علی حسین ابن سید العلماء سید حسین بن غفران مآب۔ آپ کا ایک علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے احکامِ شرعیہ کو اردو میں نظم کر دیا جو تحفۃ العوام کے قدیم نسخوں میں مختلف احکام کے ذیل میں درج ہے۔

۷۹۔ جناب مہدی حسین صاحب ماہرؔ جو مرثیہ گوئی میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔

۸۰۔ جناب مولوی سید اصغر حسین صاحب فاخرؔ اعلی اللہ مقامہ، ابن مولوی سید باقر حسین صاحب ابن مولوی علی حسین صاحب آپ فنِ شعر میں استاذ الاساتذہ

اور صاحب دواوین تھے۔ مرثیہ نگاری میں بھی بطورِ خاص بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ اپنے چچا حضرت مہدی حسین ماہرؔ کے شاگرد تھے اور اپنے بھانجے دعبلِ ہند حضرت ذاخرؔ اعلی اللہ مقامہٗ کے استاد تھے۔ کثیر التلامذہ تھے۔ اَودھ کے خاندانِ شاہی نے خاندانِ اجتہاد سے رشتہ کر کے اپنے لئے جو عزت و عظمت میں اضافہ کی خواہش کی تو نظرِ انتخاب حضرت فاخرؔ پر پڑی اور اسی رشتہ سے اِن کے نام کے ساتھ نواب کا اضافہ ہوا۔

۸۱۔ اس حقیر یعنی سید قائم مہدی ساحرؔ (فاخری) لکھنوی کے والد بزرگوار جناب نواب سید اختر حسین صاحب مصورؔ اعلی اللہ مقامہٗ ابن نواب مولوی سید انور حسین صاحب ابن نواب مولوی سید اصغر حسین صاحب فاخرؔ ابن مولوی سید باقر حسین صاحب ابن مولوی سید علی حسین صاحب ابن مولوی سید حسین صاحب علیین مکان ابن جناب غفران مآبؒ نہایت خوش فکر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ تقریباً ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ ۳/مارچ ۱۹۶۵ء کراچی سے لکھنؤ واپس جاتے ہوئے لاہور میں انتقال ہوا۔ اور وہیں مومن پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرت صدرؔ اجتہاد مرحوم نے نہایت عمدہ تاریخِ وفات کہی:

آہ اے چرخِ ستم ایجاد، تیرے دَور میں ''کھو گیا اب اخترؔ شامِ اَودھ لاہور میں''

۸۲۔ ممتاز العلماء جنت مآب سید محمد تقی ابن علیین مکاں سید حسین صاحب طاب ثراہ (ولادت ۱۶/جمادی الاوّل ۱۲۳۳ھ، وفات: رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ) سید العلماء فردوس مکاں مولانا سید ابراہیم صاحب جنہوں نے روشن خیال مکتبِ فکر کی بنیاد ڈالی۔ انگریزوں نے آصفی امام باڑہ اور اہل سنت حضرات کی مشہور ٹیلے کی مسجد پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ آپ ہی کی کوششوں سے واگذار ہوئے۔

۸۳۔ ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب ابن سید العلماء جناب سید ابراہیم صاحب طاب ثراہ۔

۸۴۔ سرکار سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ ابن ممتاز العلماء سید ابوالحسن صاحب ابن سید العلماء سید ابراہیم صاحب ابن ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب ابنِ سید العلماء سید حسین علیین مکان ابن جناب غفران مآبؒ۔

۸۵۔ ملاحظہ بند نمبر ۴۷ کا نوٹ۔

۸۶۔ جناب غفران مآبؒ کا اسمِ گرامی سید دلدار علی تھا۔

۸۷۔ آیت اللہ العظمیٰ آقائے میرزا محمد حُسین نائینیؒ استاد سرکار سید العلماء طاب ثراہ۔

۸۸۔ آیۃ اللہ شیخ ضیاء الدین العراقیؒ، استاد سید العلماء طاب ثراہ۔

نوٹ: ''اس بند پر غلو کا الزام ہے، مگر میں حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں ان کے احترام اور آقائے نائینیؒ جیسے اساتذہ کی نظر میں ان کی منزلت نیز اجازتِ اجتہاد کے عبارات اور ان کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ سیرت وکردار کی بناء پر اِس الزام کو درست نہیں سمجھتا۔'' (ساحرؔ)

۸۹۔ یہ لفظ مرنے والوں کے لئے استعمال نہیں ہوتے۔ مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ قولِ معصوم کے مطابق جو حبِ آل محمدؐ میں مرجائے وہ شہید ہے اور قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو شہید ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ الفاظ سرکار سید العلماء طاب ثراہ کے لئے استعمال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔ (ساحرؔ)

۹۰۔ زیارت شہدائے کربلا کا ایک جملہ: ''فَیَالَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ مَعَکُمْ'' ترجمہ: کاش میں بھی اس وقت موجود ہوتا تو آپ لوگوں کے ساتھ کامیابی حاصل کرتا۔

۹۱۔ دریائے گومتی جس کے کنارے لکھنؤ آباد ہے۔

۹۲۔ سرکار سید العلماء کی تفسیر جس کا نام ''فصل الخطاب'' ہے۔

۹۳۔ سرکار سید العلماء کے انتقال کے وقت نہ صرف لکھنؤ بلکہ دور دراز تک ایسی زبردست آندھی آئی جیسے آگ کی چنگاریوں کا ایک طوفان امنڈ آیا ہو۔ علی گڑھ میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور گھبرا کر اپنے مکانوں کی چھتوں سے اُتر آئے۔ یاد رہے کہ سید العلماء برسوں علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ دینیات کے ڈین اور سربراہ کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بحیثیت ریسرچ پروفیسر کام کرتے رہے اور علی گڑھ میں مستقل قیام رہا۔ البتہ ان کا انتقال لکھنؤ میں ہوا۔

۹۴۔ سرکار سید العلماء طاب ثراہ کے فرزند ارجمند جناب علامہ ڈاکٹر علی محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی

